دینی مدارس......فوائد وبرکات

مولانا مفتی فیض اللہ آزاد

آغاز مقالہ سے قبل یہ عرض کردوں کہ میں نے مقالہ کو دو حصوں پر تقسیم کیا ہے۔(۱) دینی مدارس کی اہمیت ومقاصد و فوائد وبرکات (۲) جدید تعلیمی تقاضے (نظام تعلیم وتربیت)

(۱) دینی مدارس کی اہمیت ومقاصد

مسلمان کی پوری زندگی شریعت کے مطابق بنانے کا دارومدار علوم اسلامیہ کے حصول پر ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات ہی عقائد صحیحہ، اعمال صالحہ اور اخلاق حمیدہ کے آنے کا ذریعہ ہیں اور تعلیمات اسلامیہ کے حصول کا واحد ذریعہ مدارس عربیہ اسلامیہ ہیں لہٰذا دینی مدارس جو علوم قرآنیہ ونبویہ کی اشاعت کی غرض سے بنائے گئے ہیں جن میں طلباء حصول علم کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں اور اساتذہ ان کی تعلیم وتربیت میں شب وروز مصروف ہیں صد بار قابل مبارک باد ہیں اور ان معلمین و متعلمین کے لیے کائنات کی ساری مخلوق دعا کرتی ہیں اور علوم اسلامیہ کے طلباء کے لیے ملائکہ اپنے پر بچھاتے ہیں اور بلاشبہ علوم اسلامیہ کے طلباء ضیو الرسول کہلانے کے مستحق ہیں اور ان کے معلمین بھی قابل صد احترام ہیں جنھوں نے علم کا سلسلہ قائم رکھا ہوا ہے اور ان مدارس اسلامیہ پر جن میں دن رات قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجتی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقیناً رحمتیں اور انوارات برستے ہیں اس وجہ سے مدارس عربیہ اسلامیہ ایسی اہمیت کے حامل ہیں جس سے کسی حال میں کوئی صاحب عقل انکار نہیں کرسکتا۔

(۱) دینی مدارس کا تاریخی پس منظر: اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ دار ارقمؓ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں کوہ صفا کے دامن میں قائم فرمایا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان، قرآن، اخلاق اور نماز کی تعلیم فرماتے تھے۔ دوسرا مدرسہ مسجد نبوی اور اس کے ساتھ صفہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی بنایا، مسجد درس گاہ تھی اور صفہ مسافر طلبہ کے لیے دار الاقامہ تھا۔ چونکہ ابتدائے اسلام میں علوم اسلامیہ کا ایک ہی استاذ تھا وہ سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس لیے عہد نبوی میں یہی دو مدرسے قائم ہوئے مگر عہد خلافت میں جامعہ صفہ کے فضلاء کی کثیر تعداد موجود تھی اس لیے ان کو علوم اسلامیہ کی اشاعت کے لیے اسلامی حکومت کے مختلف اطراف میں بھیجا گیا جیسا کہ علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علم دین کے تین مرکز تھے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ۔ مکہ مکہ کے صدر مدرس حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ تھے اور مدینہ کے عبد اللہ ابن عمرؓ اور زید ابن ثابتؓ اور کوفہ کے عبد اللہ ابن

مسعودؓ۔اس کے بعد بصرہ،شام،یمن،مصر،واسط،خراسان وغیرہ میں مدرسے قائم ہوئے۔حضرت عمرؓ نے تو اپنی خلافت میں عمال (گورنروں) کے تقرری میں یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ یہ عہدہ علماء ہی کے کندھوں پر ڈالتے تھے تاکہ بلاد (شہر) کو فتح کرنے اور اس کا نظم وضبط سنبھالنے کے ساتھ ساتھ علم پھیلانے کے لیے اپنی نگرانی میں دینی مدارس قائم کرنے کا بھی بندوبست کریں چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ خطبہ میں فرمایا: میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے افسروں کو اس لیے بھیجا ہے تاکہ وہ لوگوں کو دین کے مسائل بتائیں۔مقصد یہ کہ جوں جوں اسلامی سلطنت کے طول وعرض کے فاصلے بڑھتے گئے صحابہ کرام کی ذمہ داریاں بڑھتی رہی تھیں کہ دنیا کو علوم نبوت سے فیض یاب کریں تو ان حضرات نے اپنی ذمہ داری ایسے احسن طریقے سے ادا کی کہ چاردانگ عالم کو قرآن سے روشن کیا اور صحابہ کرام کے بعد انہی کی طرز تعلیم وتعلم کا سلسلہ ساری اسلامی دنیا میں برابر جاری رہا مگر نصاب اور طرز تدریس میں ضرور چند تغیرات واقع ہوئے۔۱۲۷۴ھ سے پہلے پورے برصغیر کے دینی مدارس میں درس نظامی رائج تھا اس وقت دینی مدارس ہی ہوتے تھے اس کے مقابل میں مروجہ انگریزی تعلیم دنیاوی اسکول وکالج کا کوئی تصور نہیں تھا۔مسلمان بادشاہوں کے دور میں برصغیر کی سرکاری زبان فارسی تھی اور عدالتوں میں فقہ حنفی کے مطابق فیصلے ہوتے تھے اس لیے یہ نصاب دینی ضرورتوں کو پورا کرنے کے ساتھ عدالتی اور دفتری ضروریات کو بھی پورا کرتا تھا۔۱۲۷۴ھ کے بعد جب اقتدار اعلیٰ برطانیہ کو منتقل ہوا تو انگریزوں نے دینی مدارس سے مسلم حکمرانوں کی عطا کردہ زمینیں اور جاگیریں ضبط کرلیں،علماء کے وظائف بند کردیے گئے اسی طرح علوم اسلامیہ اور مسلمانوں کا تعلیمی نظام درہم برہم ہوکر ختم ہونے کے قریب پہنچ گیا۔بچے کچھے علماء نے دینی علوم کے تحفظ کے لیے پورے ملک میں ایک تحریک کی صورت میں دینی مدارس کا جال بننا شروع کیا،انگریز کے بے انتہا مظالم اور خوف ووحشت کے ماحول میں انھوں نے وقتی حکمت عملی کے طور پر تعلیم وتربیت کا میدان اختیار کیا چنانچہ دیوبند ۱۰ محرم الحرام سن ۱۲۸۳ھ مسجد چھتہ کے صحن میں مشرقی جانب،انار کے درخت کے نیچے دارالعلوم کی ابتداء ہوئی اس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے پورے برصغیر میں دینی مدارس کا جال بچھ گیا اور آج ہندوستان،پاکستان اور بنگلہ دیش میں چھوٹے بڑے دینی مدارس کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے۔

(۲) شعائر دین کی بقا مساجد ومدارس کی مرہون منت ہے: خلافت راشدہ کا بابرکت دور علم وعمل،اصلاح وتقویٰ،فقر وزہد،ایثار وقربانی اور اخوت ومساوات کے لحاظ سے انسانیت کا تابناک دور تھا،جس کے آثار وبرکات نے عرصہ دراز دنیا کو منور رکھا۔بعد کے دور میں مسلمان حکمرانوں کی عملی زندگی اگرچہ مجروح ہوتی چلی گئی تاہم اعتقادی پہلو ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رہا اور امت کی اصلاح اور دینی تقاضوں کی بجاآوری کے لیے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا کام بھی اپنے صحیح طریق کار اور تسلسل کے ساتھ جاری رہا،آج بھی جب کہ اسلامی حکومت کے دھندلے نقوش بھی تدریجاً مٹتے چلے جارہے ہیں ''هيئة الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر'' کے ادارے تھوڑا بہت کام کررہے ہیں،مسلم حکمرانوں کی عملی زندگی سے قطع نظر یہ بات بالکل صاف ہے کہ اسلامی تاریخ کے سابقہ ادوار میں اس کا ظہور ترکی میں ہوا، خلافت اسلامیہ کے بعد جو قیادت ابھری اس نے اسلامی احکام سے اعلانیہ عداوت کا مظاہرہ کیا،یہاں اس ناخوشگوار

جنث کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، اس کے بعد دوسرے اسلامی ممالک میں بھی اس کا اثر پھیلتا چلا گیا، تاہم بہت سے شعائر اسلام کا احترام اب تک بیشتر ممالک میں باقی ہے، ان ممالک کی بنیادی خرابی یہ تھی کہ امر بالمعروف کے اداروں کی سرپرستی مدارس ومعابد کی تاسیس اور مساجد کی تعمیر کے بارے میں حکمرانوں نے فرائض دین اور دینی مسائل سے غفلت یا عداوت کا رویہ اختیار کیا تو ان ممالک میں دین بے سہارا ہو کر رہ گیا، اس کی بنیادیں گرنے لگیں اور کوئی مؤثر قوت ایسی نہ رہی جو آگے بڑھ کر اسے سنبھالا دیتی۔

البتہ متحدہ ہندوستان اس خصوصیت میں منفرد ہے جو محض حق تعالیٰ کی عنایت کا ثمرہ ہے کہ یہاں جب مسلمانوں کی حکمرانی ختم ہوئی اور نظام اقتدار کفر کے ہاتھ آیا تو اس موقعہ پر اکابر امت کی فراست نے محسوس کیا کہ شعائر دین کی بقاء دینی اداروں کی تاسیس، مساجد ومدارس کی تعمیر کے لیے اگر عام مسلمانوں کو تربیت نہ دی گئی اور تعلیم وتربیت، فتویٰ وقضاء اور امامت وخطابت کے مناصب کا بطور خاص انتظام نہ کیا گیا تو اس خطہ میں اسلام باقی نہیں رہے گا، حق تعالیٰ نے ان کی مبارک توجیہات کو بارآور فرمایا، عام مسلمانوں میں حفاظت دین کا جذبہ بیدار رہا اور اعداء دین کی دسیسہ کاریوں کے علی الرغم دین جوں کا توں محفوظ رہا۔

(۳) دینی مدارس کی برکت سے دین کا شعور اور خدا پرستی کا احساس بیدار رہتا ہے: یہ علوم آخرت کی درس گاہیں اور ان سے پیدا ہونے والے حاملین علوم انبیاء علمائے حق، حکومت کے عدم تعاون یا عوام کی سرد مہری کی وجہ سے مذکورہ بالا قابل رشک اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں اگر کامیاب نہ بھی ہوں تب بھی ان کے دم قدم کا اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ معاشرہ کے فسق وفجور میں گرفتار افراد، قانون الٰہی اور احکام شرعیہ کی خلاف ورزی، سود خوری، شراب نوشی حتیٰ کہ زنا کاری اور فحاشی کے باوجود خود کو گنہگار عنداللہ مجرم ضرور سمجھتے رہیں گے اور کسی نہ کسی وقت خدا کے سامنے گناہوں کی مغفرت کے لیے ان کے ہاتھ ضرور اٹھتے رہیں گے، بالکل ہی خدا ناشناس درندے اور جانور نہ بنیں گے، اور اس اعتراف گناہ کی بدولت (اگرچہ صرف دل ہی سے ہو) عذاب الٰہی، خدائی قہر اور انتقام کا نشانہ نہ بنیں گے، ارشاد ہے: ﴿وما كان الله ليعذبهم وهم يستغفرون﴾ اللہ سے یہ بعید ہے کہ وہ اللہ سے مغفرت کی دعائیں کر رہے ہوں اور اللہ ان کو عذاب (آسمانی) میں گرفتار کردے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمانی قوت اور اسلامی روح اگرچہ فسق وفجور کی وجہ سے کتنے ہی مضمحل اور کمزور ہو جائے باقی ضرور رہتی ہے اور آڑے وقت ضرور کام آتی ہے۔ (ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے) علاوہ ازیں چونکہ ان علماء دین اور حاملین علوم آخرت کی عمر کا وہ حصہ جو فطری طور پر صنعت وحرفت اور ان کے علاوہ دنیوی وسائل معاش کے سیکھنے اور حاصل ہونے کا ہوتا ہے، انہی علوم دینیہ کی درس گاہوں اور علوم دینیہ کے حاصل کرنے میں گزر جاتا ہے، اس کے بعد وہ دنیوی اعتبار سے کسی مصرف کے نہیں رہتے، اس لیے قدرتی طور پر ان کی معاشی زندگی دین اور دینی خدمات سے وابستہ ہو جاتی ہے خواہ درس وتدریس علوم دینیہ کی صورت میں ہو، خواہ وعظ وتبلیغ کی صورت میں، خواہ

مؤذنی وامامت وخطابت کی شکل میں ہو، یا مکاتب قرآن کریم میں حفظ وناظرہ قرآن کریم کی تعلیم کی شکل میں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم اور اس کے معاشرہ میں ان لوگوں کی بدولت کم از کم دین کا شعور اور خدا پرستی کا احساس ضرور بیدار اور باقی رہتا ہے بلکہ قوم کی اکثریت انفرادی طور پر ضرور دین دار اور احکام شرعیہ کی بڑی حد تک پابند رہتی ہے، حرام وحلال، اطاعت ومعصیت، عذاب وثواب کی تمیز اور کسی نہ کسی درجہ میں خوف خدا اور آخرت ضرور باقی رہتا ہے اور اس کے نمایاں اثرات محفوظ رہتے ہیں اور کسی نہ کسی وقت اس کے برکات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔

(۴) آزاد عربی مدارس کے خاتمہ کے اثرات: اس کے برعکس جن اسلامی ملکوں میں ان آزاد عربی مدارس ومکاتب کا وجود حکومت کے زور سے بالکل ختم کردیئے گئے اور ملک کے تمام مدارس ومکاتب کو دنیوی تعلیم کی درس گاہوں میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ امامت وخطابت، وعظ وتبلیغ اور درس وتدریس کو حکومت کے کنٹرول میں لے لیا گیا ہے، ان ملکوں میں علوم قرآن وحدیث وفقہ واصول فقہ کے سوتے بالکل خشک ہوچکے ہیں اور اس کے نتیجے میں نرمی، عیش پرستی کے تسلط کی وجہ سے ایمانی قوت اور دینی روح اور خدا پرستی کا احساس اور چرچا بالکل ہی ختم ہوچکا ہے یا ختم ہوتا جارہا ہے، اسلام کی جگہ قومیت نے لے لی ہے، خدا کی جگہ مادی ترقیات پر قابض طاغوتی طاقتوں نے لے لی ہے، قانون الٰہی کی جگہ انسانی ساختہ پرداختہ استعماری یا اشتراکی قوانین نے اور ''امر بالمعروف نہی عن المنکر'' کی جگہ مغربی تہذیب اور اس کے لوازمات، موسیقی، رقص وسرور، غناء، عریانی، فحاشی اور جنسی جذبات کو برانگیختہ اور مشتعل کرنے والی فلموں، ڈراموں اور نام نہاد ثقافتی پروگراموں نے لے لی ہے اور عام طور پر پوری قومیں خصوصاً نوجوان نسلیں شب وروز ریڈیو پر موسیقی کے نغمے اور دھنیں سننے اور ٹیلی ویژن پر عریاں مناظر دیکھنے اور پھر اپنی نجی صحبتوں، مجلسوں یا خلوتوں میں قد آدم آئینوں کے سامنے اس فحاشی اور جنسی آورگی کی ریہرسل (مشق) اور عملی تجربے کرنے میں مصروف ہیں۔ العیاذ باللہ

(۵) پاکستان کی حفاظت کا ذریعہ: واضح رہے کہ پاکستان کی اس پاک سرزمین پر بطور استہزاء اللہ کے پسندیدہ ''دین اسلام'' کو ''ملا ازم'' اور اس کے حاملین علماء حق کو ''ملا یا انتہا پسند'' کہہ کر مذاق اڑانے اور توہین کرنے والوں پر قہر خداوندی کی بجلی نہ گرنے اور عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کا سبب آیت کریمہ: ﴿وما كان الله ليعذبهم وهم يستغفرون﴾ کی روشنی میں صرف یہ ہے کہ پاکستان کی عوام کے دلوں میں قوت ایمان زندہ اور روح اسلام بیدار ہ اور اونچے طبقہ کو چھوڑ کر متوسط اور ادنیٰ طبقہ کی اکثریت کسی نہ کسی حد تک، کم از کم انفرادی زندگی میں احکام شرعیہ کی پابندی ہے، چپہ چپہ پر مسجدیں آباد ہیں، پنج وقتہ اذان کی آوازیں گونج رہی ہیں، عربی مدارس میں قال اللہ وقال الرسول کی آسمان سے رحمت الٰہی کو زندہ اور محفوظ رکھنے کے لیے حاملین علوم انبیاء تیار کیے جارہے ہیں، مکاتب قرآن جگہ جگہ بے شمار کھلے ہوئے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے حفظ اور ناظرہ باتجوید اور بے تجوید قرآن پڑھنے میں مصروف ہیں، وعظ وتذکیر کے، خوف خدا اور خوف آخرت کو زندہ اور بیدار رکھنے والے ہر ہفتہ وار حلقے (اجتماعات) جمعہ کے بعد قائم ہیں۔ (الحمدللہ)

(٦) دعوت وتبلیغ اور دارالافتاء دین کے بقاء کے اسباب ہیں: تبلیغی جماعتوں کے پیار محبت سے کلمہ طیبہ اور نماز پڑھوانے وغیرہ کی غرض سے تبلیغی دورے جاری ہیں، احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ بتلانے کے لیے جگہ جگہ دارالافتاء کھلے ہوئے ہیں۔ صرف ان دارالافتاؤں سے زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق مختلف اور متنوع احکام شرعیہ کے استفتاء (سوالات) اور ان کے جوابات کی ہزاروں لاکھوں تک پہنچنے والی تعداد ہی اس امر کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ اس ملک کا عام مزاج دینی ہے اور غالب اکثریت کے دلوں میں ہر شعبہ زندگی کے اندر احکام شرعیہ معلوم کرنے کی تڑپ ضرور موجود ہے اور جہاں تک ملکی حالات مساعدت کرتے ہیں اور ان پر عمل بھی کرتی ہے استفتاء (سوال کرنا) اس کی دلیل ہے۔

اور یہ بتلانے کی تو ضرورت نہیں، ہر ذی شعور سمجھتا اور مانتا ہے کہ یہ تمام تر صورت حال صرف انہی حکومت کے کنٹرول سے آزاد عربی مدارس، دینی مکاتب کے برکات اور دولت ورفاہیت پر فقر وافلاس کو ترجیح دینے والے اور اس فقر کو خدا کی رحمت باور کرنے والے حاملین علوم دینیہ علماء حق کی دیرینہ اور مسلسل جدوجہد اور ان کی مساعی مشکورہ، (عنداللہ وعندالناس) کا نتیجہ اور خالق کائنات جل وعلا کی توفیق خدمت دین عطا فرمانے کا ثمرہ ہیں۔

اس لیے بھی خاص طور پر ان گستاخ اور دریدہ دہن ملحدوں، بے دینوں اور علوم دینیہ اور علماء دین کو گالیاں دینے والوں اور ان کے ہمنواؤں کو ان حکومت کے کنٹرول سے آزاد علوم دینیہ کی درس گاہوں اور ان سے نکلنے والے علماء وخدام دین کے پاکستان میں وجود کو مغتنم اور قہر خداوندی سے بچانے والی پناہ گاہیں اور پناہ دہندہ سمجھنا چاہیے، ورنہ اگر خدانا کردہ اس مسلمان ملک کے عوام وخواص پر بھی وہی عام بے دینی، خدا فراموشی، اغراض وخواہشات پرستی اور روحانیت کش مادہ پرستی مسلط ہوجاتی جو دوسرے اشتراکیت نواز مسلم ممالک پر مسلط ہے تو یہ ملک بھی آج دوسرے مسلمان اشتراکیت پسند ملکوں کی طرح کسی نہ کسی صورت میں قہر خداوندی اور انتقام الٰہی کا نشانہ بنا ہوتا، ارشاد ہے: ﴿نسوا اللّٰہ فانساھم انفسھم﴾ ترجمہ: انھوں نے اللہ کو فراموش کردیا تو اللہ نے ان سے خود اپنے نفسوں کو فراموش کروادیا۔

یعنی خالق کائنات، خدا فراموش لوگوں کو اس خدا فراموشی کے جرم کی سزا دنیا میں یہ دیتا ہے کہ انہیں خود فراموش بنادیتا ہے تو وہ اپنے بقاء وتحفظ کی تدبیریں سوچنے اور اسباب اختیار کرنے کے بجائے خود اپنی ہلاکت وبربادی کی راہ پر چل پڑتے ہیں اور صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں، اقوام عالم کے عروج وزوال کی تاریخ اس کی شاہد ہے، یہ انتہائی تباہ کن انتقام خداوندی ہے، ارحم الراحمین اپنے لطف وکرم سے ان نوزائیدہ اسلامی مملکت کو اس خدا فراموشی کے جرم کے ارتکاب سے اور اس کی پاداش میں اس انتقام الٰہی سے محفوظ رکھے اور ہماری بداعمالیوں کو معاف فرمائے۔ (آمین)

(۷) دینی مدارس اور پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے اسباب: حق تعالیٰ شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے مملکت خداداد پاکستان مسلمانوں کو عطا فرمائی تا کہ اسلام کے تقاضے بروئے کار آسکیں، عوام نے دل وجان سے اسی مقصد کے لیے کوششیں کیں، ہر قسم کی قربانیاں دیں، دعائیں کیں، خواص (علماء حق) نے بار بار اعلان کیا کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی آزادی کا مستقبل تاریک ہے، اور نہ یہاں یہ امکان ہے کہ اقتصادی ومعاشی سکون و

راحت نصیب ہو سکے، غرض اسلام وکفر دو نظریوں کے ماتحت یہ مملکت وجود میں آئی اور کروڑوں مسلمانوں نے ہندوستان سے ہجرت کر کے اس مملکت کو آباد کیا بلاشبہ مسلمانوں نے ابتداء میں بہت کچھ ایثار سے کام لیا اپنی تجارتیں اور انڈسٹریز اور دیگر ذرائع معیشت، اسباب راحت وسکون کو خیر باد کہا، اپنی عبادت گاہیں، مسجدیں اور دینی درس گاہیں چھوڑیں، علمی ادارے چھوڑے، نشر واشاعت کے مراکز کو الوداع کہا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے ترک وطن کرنے والوں پر احسان فرمایا ان کو وہاں سے بہتر مکانات اور کارخانے عطاء فرمائے، ان کے ارباب خیر وصلاح نے مسجدیں بنوائیں تا کہ عوام ان کو آباد کریں، علماء امت کو توفیق عطاء فرمائی کہ ہندوستان میں چھوڑی ہوئی دینی درس گاہوں کے بجائے یہاں متبادل دینی و علمی مراکز بڑے بڑے دارالعلوم وجامعات اور تعلیم القرآن کے مدارس بنائے، تشنگان دین کے لیے دینی مراکز قائم کیے گئے، مشتاقان علم نبوت کے لیے علمی چشمے جاری ہوئے، کتب خانے اور مطابع قائم کیے، علمی ودینی کتابوں کے انبار لگ گئے، علوم ومعارف کے ذخائر تیار ہو گئے، الغرض سندھ کے صحراؤں میں علم ومعرفت کے چشمے پھوٹ پڑے، پنجاب کی وادیوں میں علم دین کی بہار آ گئی، یہ سب کچھ ان غریب مسلمانوں نے کیا جو اپنا مال متاع لٹا کر یہاں آئے تھے، اگر بمبئی کاٹھیاواڑ اور گجرات وبرما کے مسلمان تاجر یہاں نہ پہنچتے تو یہ کارخانے انڈسٹریاں نظر نہ آتیں اور اگر ارباب علم، ودین دار اصحاب ثروت کا طبقہ یہاں نہ پہنچتا تو یہ مدارس و مساجد ومعابد یہاں نہ ہوتے، ان دین دار اور ارباب خیر مسلمانوں کی وجہ سے آج کراچی میں کئی ہزار مسجدیں تعمیر ہوئیں اور ان میں ایسی مساجد بھی ہیں جن پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے، اگر یہ اہل علم نہ ہوتے تو اس مغربی پاکستان میں چھوٹے بڑے تقریباً چالیس ہزار سے زائد مدرسے نہ ہوتے۔ بلاشبہ پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی یہی دینی مدارس وتعلیم گاہیں ہیں، پاکستان کی روح یہی مسجدیں اور دینی ادارے ہیں، اگر آج مسلمانان پاکستان کی توجہات وکوششیں نہ ہوتیں تو دین کا وہی حشر ہوتا جو مغرب واسپین میں ہوا۔

(۸) پاکستان کا تعلیمی نظام ارباب دین کی کوششوں کا ثمرہ ہے: خدارا بتلایئے کہ کراچی جیسے عظیم الشان شہر میں کتنی مسجدیں ارباب حکومت نے بنائیں، کتنی درسگاہیں ہیں جن کو حکومت نے تعمیر کرایا، نہ صرف دینی درس گاہیں بلکہ دنیوی تعلیم گاہیں بھی مسلمانوں کی کوششوں کی مرہون منت ہیں، کیا حکومت کے قائم کردہ اسکول ومکاتب مسلمان بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے کافی ہو سکتے تھے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستان کی دنیوی وسائل حیات جس طرح مسلمان ارباب تجارت کی سعی بلیغ کا ثمرہ ہے ٹھیک اسی طرح پاکستان کا دینی وعلمی نظام ارباب دین اور ارباب فکر کی کوششوں کا نتیجہ ہے، اگر حکومت پاکستان کا میزانیہ ان کارخانے والوں کی مرہون منت ہے جو ان ٹیکسوں کے ذریعہ پورا ہوتا ہے تو ٹھیک اسی طرح پاکستان کا دینی وعلمی وقار ان علماء امت کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے جو بوریوں پر بیٹھ کر معمولی مشاہروں ''قوت لایموت'' پر گزارہ کر کے اس نظام دین کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ان ارباب علم میں کچھ لوگ ایسے بھی شامل ہو گئے ہوں جن کے مقاصد بلند نہ ہوں، اخلاص میں کمی ہو، دنیاوی اغراض ان کا مطمع نظر ہو، لیکن ان کی وجہ سے اس پورے علمی ودینی نظام کو یکسر ختم کرنے کی تدبیر کرنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ اس میں شک نہیں کہ اس قماش کے

لوگ آخرت کے ثواب سے محروم اور دنیاوی اعزاز واحترام سے تہی دامن ہوں گے اور اس کے لیے یہی سزا کافی ہے لیکن ان کے ادارے بھی خالی از نفع نہیں ہیں، مطلب ہرگز نہیں کہ سارا صنعت وحرفت کا نظام ہی ناقص اور بے سود ہے۔

(۹) دینی مدارس کے قیام کا مقصد: ا۔قرآن وسنت اور دیگر اسلامی علوم کی حفاظت کرنا ۲۔ مسلم معاشرہ کا قرآن وسنت سے تعلق برقرار رکھنا ۳۔عربی زبان کی ترویج، تعلیم اور تشہیر کرنا ۴۔مساجد ومدارس کے نظام کو قائم رکھنا اور ان کے لیے آئمہ وخطباء اور مدرسین فراہم کرنا ۵۔یورپ کی نظریاتی اور تہذیبی یلغار کی مدافعت کرنا ۶۔اسلامی عقائد اور معاشرت کو برقرار رکھنا۔ ۷۔جدید عقلیت کے پیدا کردہ اعتقادی ونظریاتی فتنوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے ضروری تھا کہ یہ مدارس سرکاری اثرات سے آزاد رہیں اور ان کے لیے ایسا تعلیمی نصاب اختیار کریں کہ ان سے فارغ شدہ افراد صرف ان کے مقاصد کے خانہ میں درست آسکیں اس وجہ سے دینی مدارس کے لیے سرکاری فنڈ لینے سے اجتناب کیا گیا اور ان میں انگریزی تعلیم کا داخلہ بند رہا اور علماء وطلباء کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا جاتا رہا کیونکہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے افراد لازماً سرکاری ملازمت کو ترجیح دیتے تو دینی مدارس سے فارغ ہونے والوں کی بڑی کھیپ بھی اس طرف منتقل ہوجاتی جس سے دینی مدارس کا بنیادی مقصد فوت ہوجاتا تو دینی مدارس کے منتظمین، اساتذہ اور طلباء نے ان مقاصد کے حصول کے لیے سہولتوں کی زندگی کو ترک کر کے فقر وفاقہ اور تنگی وتلخی کی زندگی اختیار کرلی، صدقات وخیرات اور ایک ایک گھر سے روٹیاں مانگ کر مدارس کو آباد رکھا اور علماء کے اس طبقہ نے عزت نفس تک کی قربانی دے کر معاشرہ میں قرآن وحدیث کی تعلیم اور اسلامی عقائد ومعاشرت کو برقرار رکھا، گھر گھر سے مانگی ہوئی روٹیوں اور عام لوگوں کے چندوں کی بنیاد پر قائم ہونے والے یہ دینی مدارس برطانوی استعمار کی نظریاتی وتہذیبی یلغار کی جنگ میں مسلمانوں کے لیے مضبوط قلعے ثابت ہوئے۔سمجھ دار لوگوں نے اس بات کو خوب محسوس کیا، مثلاً ڈاکٹر اقبال نے فرمایا: ''ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو اگر یہ مُلا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستانی مسلمان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمرا کے نشانات کے سوا اسلام کے پیرووں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا''۔

دینی مدارس کی اہمیت کے بارے میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی مالٹا جیل سے دارالعلوم دیوبند میں آکر خطاب فرمایا: ''پوری دنیا میں آج مسلمان دینی ودنیوی اعتبار سے کیوں تباہ وبرباد ہورہے ہیں؟ میری سمجھ میں دو اسباب آئے ہیں ایک تو مسلمانوں کا قرآن کو چھوڑ دینا اور دوسرے آپس کے اختلاف اور خانہ جنگی۔اس لیے مالٹا جیل سے عزم کرکے آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی کو اس کام میں صرف کروں گا کہ قرآن مجید کو لفظاً اور معنی عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی قائم کیے جائیں''۔ (جاری ہے)